نقش آغاز — بسم اللہ الرحمن الرحیم — راشد الحق سمیع حقانی

طالبان سے مذاکرات کا مسئلہ

شکستہ حال‘زخم زخم غلام مادر وطن کے ساتھ نائن الیون کے بعد اس کے اپنے ناخلف ’’فرزندوں‘‘ نے اس کا جو حال کیا ہے وہ بیان سے باہر ہے‘ خود تصویر وطن چیخ چیخ کر یہ دہائی دے رہی ہے کہ خدارا اب تو میرے حال پر رحم کرو اور کتنا عرصہ میرے دامن‘ میرے پیراہن پر آگ وخون کا کھیل کھیلو گے؟ کیوں اپنے مفادات اور اقتدار کیلئے امریکی جنگ کیلئے اپنا گھر جلا رہے ہو؟ ارض پاکستان کی دھرتی اب مزید لاشوں کا بوجھ اپنے اندر نہیں سما سکتی۔ لہٰذا اب کچھ عرصہ سے حکمرانوں کو بھی یہ خیال ہو چلا ہے کہ تحریک طالبان افغانستان کے ہاتھوں امریکہ اور نیٹو کی شرمناک شکست کے بعد امریکہ خود بھی مذاکرات کی بھیک بار بار طالبان سے مانگ رہا ہے تو کیوں نہ حکومت پاکستان بھی تحریک طالبان پاکستان سے بات چیت کا دروازہ کھولے لہٰذا اسی تناظر میں سابقہ حکومت نے مذاکرات کیلئے برائے نام معمولی سی کوششوں کا آغاز کیا جو امریکی سازشوں اور خود حکومت کی غیر سنجیدگی کے باعث ابتداء ہی میں ناکام ہوگئے۔ پھر نئی حکومت نے ایک مرتبہ پھر آل پارٹیز کانفرنس کی سعی لاحاصل کا انعقاد کیا جس میں حسب سابق تمام جماعتوں نے مذاکرات پر آمادگی کا اظہار کیا لیکن یہ مذاکرات کا عمل بھی امریکہ نے ڈرون حملوں کے ذریعے پاش پاش کردیا۔ لہٰذا ملک میں آگ وخون کا سلسلہ مزید بڑھتا چلا گیا۔ دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین اور جمعیۃ علماء اسلام کے امیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ دس بارہ برس سے تکبیر مسلسل کی طرح اس صورتحال پر بے حمیت حکمرانوں اور خوابیدہ قوم کو جگانے میں لگے رہے اور ملک وملت کے ہمدرد سیاسی ومذہبی جماعتوں وتنظیموں کو یکجا کر کے مختلف سیاسی پلیٹ فارموں پر جدوجہد کرتے رہے جو حکمرانوں سمیت پوری دنیا پر آشکارا ہے۔ ابھی گزشتہ ماہ ۲۲ دسمبر ۲۰۱۳ء کو پشاور میں دفاع پاکستان کونسل کے زیراہتمام ایک عظیم الشان ’’قومی جرگہ‘‘ کا انعقاد کیا گیا جس میں ملک بھر کی سیاسی ومذہبی جماعتوں کے قائدین اور خصوصاً قبائلی عمائدین نے بھرپور شرکت کی۔ جس میں امریکی ظالمانہ ڈرون حملوں کے خلاف نہ صرف بھرپور احتجاج کیا گیا بلکہ طالبان سے دوبارہ بامعنی‘ پائیدار اور مستحکم مذاکرات کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ الحمدللہ اس قومی جرگہ کی توانا آواز امریکہ‘ نیٹو‘ افغانستان اور پاکستان سمیت دنیا بھر کے ایوانوں میں نہ صرف سنی گئی بلکہ استعماری قوتوں کو پاکستانی قوم کے

اضطراب، غم و غصے کے اظہار کا ادراک پہلے سے بڑھ کر ہوا۔ چنانچہ وزیر اعظم نواز شریف نے بھی صورتحال کی نزاکت اور حالات کے رخ کو بھانپتے ہوئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور اس موقع پر میاں صاحب نے یہ درخواست کی کہ آپ اس آگ کو بجھانے میں اپنا کردار ادا کریں چونکہ ماضی میں بھی جہادِ افغانستان اور بعد میں افغان متحارب گروپوں کے درمیان صلح کے لئے آپ نے بڑی طویل جدوجہد کی ہے خصوصاً میرے ہمراہ کافی عرصے تک اس موضوع پر کام کیا ہے۔ لہٰذا تحریک طالبان افغانستان پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے مذاکرات کے لئے کوئی راستہ نکالیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے وزیر اعظم سے فرمایا کہ بحیثیت ایک مسلمان و پاکستانی کے میں یہ اپنے لئے ایک فریضہ سمجھتا ہوں کہ اغیار کی لگائی ہوئی آگ کو جتنی جلد بجھا سکوں اور دس سالوں سے جاری جنگ کو رُکوانے میں ادنیٰ سا کوئی کردار ادا کروں تو یہ میرے لئے نجات اور افتخار کی بات ہوگی لیکن عملاً آپ کو پہل کرنی ہوگی کیونکہ اب آپ کی حکومت ہی پاکستان کو امریکی غلامی سے نکال سکتی ہے کیونکہ عوام نے آپ پر اعتماد کا اظہار کیا ہے، اسی تبدیلی وڈرون حملوں کے خلاف پالیسی بنانے کے وعدے پر آپ نے اپنی الیکشن مہم چلائی تھی۔ لہٰذا خدارا! اب مزید پرائی جنگ کیلئے پاکستانیوں، خصوصاً قبائلیوں، طالبان، افواج پاکستان اور پولیس کو اس آگ کا ایندھن بنانے سے آپ کو روکنا ہوگا اور پھر ڈرون حملوں کے خلاف بھی آپ کی حکومت کو جرات مندانہ موقف اپنانا ہوگا اور ایسے ٹھوس اقدامات کرنے ہوں گے جس سے تحریک طالبان پاکستان مطمئن ہو کر حکومت کے ساتھ مذاکرات پر آمادہ ہو جائیں اور اگر آپ (میاں صاحب) اس مرتبہ بھی حسب سابق امریکی دباؤ برداشت نہ کر سکے اور سابقہ حکومتوں کی روش وغلامی کی ڈگر پر یونہی اندھا دھند رواں رہے اور برائے نام مذاکرات اور جنگ دونوں کا تماشہ ہوتا رہا تو اس غیر سنجیدہ اور مبہم پالیسی کے نتائج صفر ہوں گے۔ اب حکومتِ پاکستان، فوج، انٹیلی جنس اداروں سمیت تمام سیاسی ومذہبی جماعتوں کو ٹھنڈے دماغ سے سوچنا ہوگا کہ ہم اس دس بارہ سالہ جنگ کے نتیجے میں پاکستان اور اسکے عوام کو کس بھنور میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اس اہم ملاقات کے بعد ملکی اور بین الاقوامی پریس میں ایک بڑی ہلچل مچ گئی اور پوری دنیا میں اس ملاقات پر بحث ومباحثے کا سلسلہ شروع ہو گیا کیونکہ تجزیہ نگاروں کا کہنا تھا کہ میاں نواز شریف صاحب نے پہلی مرتبہ نہایت سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق صاحب جیسی قد آور جہادی اور طالبان کے حلقوں میں موثر شخصیت کا صحیح انتخاب فرمایا ہے لیکن اس کے دوسرے روز ہی اس ملاقات کا اثر زائل کرنے کے لئے کئی حلقوں کی جانب سے مخالفت درمخالفت کی بے وجہ مہم شروع ہوگئی اور جہاں متعصب سینیٹر فیصل رضا عابدی اور تنگ نظر صاحبزادہ حامد رضا مذاکرات کے مصالحتی عمل کی مخالفت میں سامنے آگئے وہیں اپنے ہی مکتب فکر کے کچھ "نامی

گرامی حضرات'' بھی مخالفت میں سب سے نمبر لے گئے اور اپنی سازشوں' منفی طرزِ عمل' تنگ نظری' بے ادبی اور حسد کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنے باطن اور چھوٹے پن کا اظہار میڈیا کے سامنے بار بار کیا۔ مخالفین کے اس طرزِ عمل پر امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کا تبصرہ یاد آ گیا جب آپ نے ایسے ہی موقع پر اپنے سیاسی حریف کے متعلق فرمایا تھا کہ ''اس نے اِس حرکت سے اپنے قد میں کوئی اضافہ نہیں کیا'' لیکن اس کے جواب میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ہر انٹرویو اور ہر فورم پر کمال عاجزی اور وسعت ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا کہ ''میں تو اس مذاکراتی عمل کے لئے محض ایک قاصد کی حیثیت رکھتا ہوں' باقی تمام مسالک اور جماعتوں کے قائدین اور خصوصاً ناقدین کو بھی ساتھ ملا کر اس مذاکراتی عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے کیونکہ یہ سیاسی اسکورنگ پوائنٹس کا وقت نہیں بلکہ ہمارے خطے پر لگی آگ کو بجھانے کی بات ہے'' لہٰذا اس مذاکراتی عمل کو ہر قسم کی سیاسی آلائشوں اور تفرقوں سے بچایا جائے اور جو کوئی بھی امن اور ملک وملت کیلئے کام کریگا میں اسکے پیچھے چلنے کو تیار ہوں

وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد یہاں اکوڑہ خٹک میں ملکی اور بین الاقوامی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے نمائندوں' صحافیوں' دانشوروں اور اینکرز پرسنز کی آمد نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہوگیا اور حضرت مولانا مدظلہ سے متعدد انٹرویوز ریکارڈ کرکے نشر اور شائع کیے۔ ہم قارئین الحق کی معلومات کے لئے اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر روزنامہ ''اسلام'' کے ادارتی امور کے نگران مولانا محمد شفیع چترالی کو دیئے گئے انٹرویو کا کچھ حصہ نذر قارئین ہے

روزنامہ اسلام: چند روز قبل وزیر اعظم میاں نواز شریف سے آپ کی ملاقات ہوئی، ملاقات کے بعد میڈیا میں یہ بات آئی کہ حکومت نے مولانا سمیع الحق صاحب کو طالبان سے مذاکرات کا ٹاسک دے دیا ہے۔ آپ بتایئے کہ وزیر اعظم سے آپ کی کیا بات ہوئی اور آپ مذاکرات کی کامیابی کے حوالے سے کتنے پر امید ہیں؟

مولانا سمیع الحق: نائن الیون کے بعد قوم کو جس عذاب میں ڈالا گیا۔ اس کے بعد سے یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہے کہ قوم کو اس مصیبت سے کیسے چھٹکارا دلایا جائے اس معاملے پر پارلیمنٹ میں کئی بار بحث ہوئی اور متعدد قرار دادوں میں قوم کے منتخب نمائندوں نے قرار دیا کہ دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں تعاون کی پالیسی پر نظر ثانی کی جائے۔ اس موضوع پر قومی اسمبلی کی 3 قرار دادیں ریکارڈ پر ہیں اور دو مرتبہ سرکاری سطح پر آل پارٹیز کانفرنس منعقد کی گئیں جن میں بھی ملک کی سیاسی جماعتوں نے اس امر سے اتفاق کیا کہ اندرون ملک شورشوں کا سیاسی حل تلاش کیا جائے مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی ایک عرصے سے بیرونی طاقتوں کی زنجیروں میں بندھی ہوئی ہے، ہم بحیثیت قوم امریکی شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ موجودہ حکومت کو بھی زنجیروں میں جکڑی

پالیسیاں ورثے میں ملی ہوئی ہیں، میاں نواز شریف صاحب چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ حل ہو لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈرون حملوں کے معاملے سمیت بعض معاملات میں وہ بھی بے بس ہیں۔ میں نے میاں صاحب سے گزارش کی کہ پہلے آپ ان زنجیروں کو توڑیں، ڈرون حملے رکوادیں، پرائی جنگ سے باہر آنے کی تدابیر کریں، تب ہی، مذاکرات کامیاب ہوسکتے ہیں اور امن کا قیام ممکن ہے، میاں صاحب نے مجھ سے استفسار کیا کہ کیا آپ سابقہ حکومت اور موجودہ حکومت کی پالیسیوں میں فرق محسوس نہیں کرتے؟ میں نے ان سے صاف کہا کہ ہمیں تو کوئی جوہری فرق محسوس نہیں ہوتا، البتہ ہم مذاکرات سے مسئلے کا حل تلاش کرنے کی آپ کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کوششوں میں آپ کے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہیں۔

روزنامہ اسلام: حکومت کے ساتھ آپ کے تعاون کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

مولانا سمیع الحق: دیکھیں، اس بات پر ہمارا اور حکومت کا اتفاق ہے کہ مذاکرات ہونے چاہئیں، مگر مذاکرات جن امور پر ہونے ہیں، ان کے لیے فیصلوں کا دارومدار حکومت پر ہے، مسئلہ یہ ہے کہ مذاکرات کے لیے راستہ ہموار کرنے کے لیے ہم جو چاہتے ہیں، وہ حکومت کے پاس نہیں ہے۔ میں نے وزیراعظم سے گزارش کی کہ آپ ڈرون حملے رکوادیں تو بات چیت شروع کرنے کی ایک بنیاد بن سکتی ہے مگر میاں صاحب نے صاف کہا کہ وہ ایسا نہیں کرسکتے۔ البتہ انہوں نے بتایا کہ میں نے امریکی صدر اوباما سے ملاقات میں ڈرون حملوں کے معاملے پر احتجاج کیا جب کہ پچھلے حکمران ان کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ میں نے وزیراعظم پر زور دیا کہ وہ ملک کی خارجہ پالیسی کو ٹھیک کرنے پر توجہ دیں، ہم نے نائن الیون کے بعد ایک ٹیلی فون کال پر پالیسی تبدیل کرکے خطے کے پچیس تیس لاکھ مسلمانوں کی جانوں کی قربانیوں پر پانی پھیر دیا اور اپنے ملک کو عالمی طاقتوں کے مفادات کی آماجگاہ بنایا ہوا ہے، ہمیں ان تباہ کن پالیسیوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ اگر ملک کی خارجہ پالیسی پر نظر ثانی کی جائے تو مجھے امید ہے کہ یہاں ہر قسم کی شورش ختم ہوسکتی ہے۔

روزنامہ اسلام: عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حکومت کی ناکام پالیسیوں کے علاوہ طالبان کا سخت گیر رویہ بھی مذاکرات کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ ہے، اس پر آپ کیا کہیں گے؟

مولانا سمیع الحق: میرے خیال میں طالبان کو سخت گیر رویہ اپنانے پر مجبور کیا جاتا ہے، دیکھیے! میران شاہ میں ایک واقعے میں 4 فوجیوں کی اموات کا واقعہ پیش آیا جو یقیناً افسوس ناک اور قابل مذمت تھا تاہم اس کے ردعمل میں وہاں بمباری کرکے پوری ایک بستی کو تباہ کردیا گیا جس میں بے گناہ خواتین اور بچوں سمیت 60 سے زائد افراد شہید ہوئے، یہ دراصل انتقام در انتقام کا خونی سلسلہ ہے، ہم اس کو روکنا چاہتے ہیں۔

روزنامہ اسلام: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی کوششوں سے یہ خونی سلسلہ رک سکتا ہے؟

مولانا سمیع الحق: دیکھیں اگر کوئی سمجھتا ہے کہ طالبان یکطرفہ طور پر محض مولانا سمیع الحق کے کہنے پر ہتھیار پھینک دیں گے تو یہ غلط فہمی ہوگی۔ میں قوم کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ اصل مسئلہ، بات چیت میں حکومت کی سنجیدگی کا ہے۔ جب بات آگے بڑھے گی تو طالبان کی طرف سے مطالبات سامنے آئیں گے۔ ان کے جائز مطالبات ماننے ہوں گے، ان کے نقصانات کی تلافی کرنا ہوگی اور ان کا اعتماد بحال کرنا ہوگا۔

روزنامہ اسلام: کیا طالبان مذاکرات میں سنجیدہ ہیں؟

مولانا سمیع الحق: بالکل وہ سنجیدہ ہیں۔ وہ سنجیدہ، مستحکم، پائیدار اور نتیجہ خیز مذاکرات کی بات کرتے ہیں۔ وہ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں اور مجھے ان کی جانب سے سنجیدگی نظر آتی ہے۔

روزنامہ اسلام: مگر کہا یہ جاتا ہے کہ طالبان کے بہت سارے گروپ ہیں؟ ان سے مذاکرات کیسے ہوں گے؟

مولانا سمیع الحق: طالبان کے مقامی سطح پر کئی گروپ ہو سکتے ہیں، لیکن ان کی ایک مرکزی مجلس شوریٰ ہے جس کے فیصلوں کے سبھی گروپ پابند ہیں۔ اگر شوریٰ سے بات چیت طے ہوجائے تو مقامی سطح پر گروپ اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔

روزنامہ اسلام: ایک سوال یہ بھی اٹھایا جاتا ہے کہ طالبان پاکستان کے آئین کو نہیں مانتے، جب کہ حکومت آئین کے اندر رہ کر بات کرنے کی پابند ہے، اب یہ مسئلہ کیسے حل ہوگا؟

مولانا سمیع الحق: میرے خیال میں طالبان پاکستان کے آئین کو سب سے زیادہ مانتے ہیں، ان کا یہی تو مطالبہ ہے کہ ملک کے آئین کے مطابق یہاں قرآن وسنت پر مبنی نظام قائم کیا جائے، وہ کہتے ہیں کہ یہاں 66 سالوں سے آئین سے انحراف کیا جارہا ہے۔ دیکھیں اگر آپ کا آئین اور جمہوریت اسلام کے محافظ بننے کی بجائے اس کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے تو اس سے مسئلہ تو ہوگا۔ آپ آئین پر عمل کریں تو کسی کو یہاں نفاذ شریعت کے لیے بندوق اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔

روزنامہ اسلام: ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حکومت نے جب مذاکرات کا فیصلہ کیا تو طالبان نے پاک فوج کے میجر جنرل کو شہید کردیا، کیا طالبان کو جنگ بندی کرکے مذاکرات کا موقع نہیں دینا چاہیے تھا؟

مولانا سمیع الحق: جنگ بندی دونوں جانب سے ضروری ہے۔ اس وقت دونوں فریق اپنے آپ کو حالت جنگ میں سمجھتے ہیں اور حالت جنگ میں دونوں جانب سے کارروائیاں بھی ہوتی ہیں اور الزامات بھی لگائے جاتے ہیں۔

روزنامہ اسلام: اس کا مطلب ہے دونوں فریق ابھی جنگ بندی پر راضی نہیں ہیں؟